کیا دور بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے؟

(فتاوی رضویہ کی روشنی میں)

تالیف

مفتی نقاش چمن قادری

ناشر

ارفع اسلامک اکیڈمی انٹر نیشنل

کیا دور بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے؟

تالیف

مفتی نقاش چمن قادری

ناشر

ارفع اسلامک اکیڈمی انٹرنیشنل

یہ قانون فطرت ہے کہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی تبدیلی رونما ہوتی ہی رہتی ہے۔دنیا جب سے وجود میں آئی ہے تب سے اب تک ہر چیز میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔اگر ہم فقط انسان کی ہی مثال لے لیں تو انسان جب پیدا ہوتا ہے تو چھوٹا بچہ ہوتا ہے نہ خود کچھ کرسکتا ہے نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے لیکن جوں جوں وقت گزرتا ہے اس کی شکل و صورت اس کے عادات و اطوار سب میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے اور آخر کار وہ بوڑھا ہوکر اس جہان فانی کو ابدی خیر آباد کہہ دیتا ہے۔

اس طرح فردا فردا اگر ہر چیز پر غور و تفکر کیا جائے تو دنیا میں شاید کوئی چیز ایسی ملی جو تغیر و تبدل کے مرحلے سے نہ گزری ہو۔

ان تمام تر مشاہدات کی روشنی میں شرعی احکام کو بھی بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ حالات کے بدلنے اور تقاضوں کے بدلنے سے شرعی احکام بھی بدل جاتے ہیں۔مثلا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ میں جب بھائی بہن کے علاوہ اور کوئی رشتہ موجود نہیں تھا جس سے افزائش نسل کو فروغ دیا جا

سکے تب ایک پیدائش کی بہن کا دوسری پیدائش کے بھائی سے نکاح حلال تھا مگر جب نسل آدم وسیع ہوئی اور اجنبی مرد و عورت بھی پائے جانے گے تو اب یہ حکم اٹھا لیا گیا اور بھائی بہن کا نکاح حرام ہو گیا۔پھر شریعت نوح علیہ السلام میں سارے چوپائے حلال تھے مگر دین موسوی میں بہت سے حرام ہوگئے۔پہلی امتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا مگر اسلام میں یہ سجدہ کرنا حرام ہے۔

اسلام میں اولا شراب حلال رہی بعد میں حرام ہوئی۔پہلے وفات کی عدت ایک سال تھی پھر چار ماہ دس دن مقرر ہوئی۔پہلے پچاس نمازیں فرض کی گئیں بعد میں پانچ رہیں۔پہلے قبلہ بیت المقدس تھا بعد میں کعبہ بنا دیا گیا ۔الغرض کہ جیسے دن رات سے سردی گرمی سے بچپن جوانی سے تندرستی بیماری سے بہار خزاں سے بدل جاتی ہے ایسی طرح احکام شرع بھی دود بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ایسی تبدیلی کو نسخ کہتے ہیں.

نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معنی:۔

علامہ مجد الدین فیروزآبادی لکھتے ہیں:۔

نسخ کا لغوی معنی کسی چیز کو زائل اور مغیر کرنا ہے یا کسی چیز کو باطل کرکے دوسری چیز کو اس کا قائم مقام کرنا ہے۔

(قاموس ج 1 ص 533 داراحیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں امام رازی لکھتے ہیں۔

ناسخ وہ دلیل شرعی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناسخ سے پہلے جو حکم کسی دلیل شرعی سے ثابت تھا وہ حکم اب نہیں ہے اور نسخ کی دلیل پہلے حکم کہ دلیل سے متاخر ہوتی ہے اور اگر یہ ناسخ نہ ہوتا تو وہی حکم ثابت رہتا۔

(تفسیر کبیر ج 1 ص 433 مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

نسخ یہ ہے کہ ایک دلیل شرعی کے بعد ایک اور دلیل شرعی آئے جو پہلی دلیل شرعی کے حکم کے خلاف کو واجب کرے۔

(توضیح تلویح ج 2 ص 31 مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبری مصر)

نسخ ہمارے لحاظ سے تبدیلی ہے مگر رب کے علم میں انتہاء مدت کا بیان ہے۔ نسخ نقلا اور عقلا دونوں طرح سے جائز ہے۔

عقلا اس طرح کہ احکام کی دو اقسام ہیں۔

1۔تکوینی احکام

2۔تشریعی احکام

تکوینی احکام کا تعلق عالم کی پیدائش سے ہے اور تشریعی احکام قابل عمل قوانین کا نام ہے۔یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ تکوینی احکام میں ہمیشہ تغیر و تبدل رہا ہے دن رات کا آنا جانا سیاروں کی گردش الغرض زمین و آسمان کبھی بھی ایک طرح نہیں رہ سکتے ان میں تبدل ہے جب تکوینی احکام

میں تبدیلی ہے تو تشریعی احکام میں تبدیلی کیونکی ممکن نہیں۔اگر تکوین بدلے سے اگر انسان کی حالت بدلتی رہے مگر اسکے احکام نہ بدلیں تو زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ مثلاً ہمیں بڑھاپے تک ماں کا دودھ ہی پینا پڑے گا۔ لہذا ہمیں ان احکامات میں تبدیلی ماننا پڑے گی۔

نقلا اس طرح کہ آدم علیہ السلام سے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صدہا پیغمبر تشریف لائے مگر ان کے احکام میں اختلاف رہا جیسے کے ماقبل بھی ذکر ہوا کہ آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح جائز تھا مگر شریعت نوح علیہ السلام نے آ کر اس کو منسوخ کر دیا ۔پھر نوح علیہ السلام کی شریعت میں سارے چوپائے حلال تھے مگر دین موسوی میں بہت سے حرام ہو گئے ۔ایسی طرح نقلا بے شمار مثالیں ہیں جو نسخ پر صریح دال ہیں۔

نسخ کا حکم قرآن و حدیث سے :۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ۔

ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها(سورۃ البقرہ آیت 106)

ترجمہ:۔

جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ

قرآن کریم نے جب سابقہ امتوں کو منسوخ فرمایا تو کفار کو اس چیز کی بڑی تکلیف ہوئی اور انھوں نے اس پر لعن طعن کیا تب اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور بتایا کہ منسوخ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی اس چیز کا ثبوت موجود ہے کہ

ایک انصاری صحابی رات کو تہجد کے لیے اٹھے اور سورہ فاتحہ کے بعد جو سورت ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اسکو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی اور سوائے بسم اللہ کے کچھ نہ پڑھ سکے صبح کو دوسرے اصحاب سے اس کا ذکر کیا ان

حضرات نے فرمایا ہمارا بھی یہی حال ہے وہ سورت ہمیں بھی یاد تھی اور اب ہمارے حافظے میں بھی نہ رہی۔سب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ خدمت میں واقعہ عرض کیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:آج رات وہ سورت اٹھالی گئی اسکے حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے۔جن کاغذوں پر وہ لکھی تھی ان پر نقش تک باقی نہ رہے ۔

(تفسیر خزائن العرفان بحوالہ بیہقی روایہ ابوامامہ)

نسخ کی اقسام:۔

نسخ کی تین قسمیں ہیں۔

1۔ نسخ تلاوت (منسوخ التلاوۃ)

2۔ نسخ حکم (منسوخ الحکم)

3۔ نسخ تلاوت و حکم (منسوخ التلاوۃ و الحکم)

1۔ منسوخ التلاوۃ:۔ نسخ تلاوت یا منسوخ التلاوۃ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی اس آیت کے الفاظ قرآن میں نہ رہیں اور نماز وغیرہ میں اسکی تلاوت بھی جائز نہ ہو مگر اس کے احکام باقی ہوں مثلا **الشیخ والشیختہ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم**○یعنی جب بوڑھا اور بوڑھی زنا کر بیٹھیں تو ان کو سنگسار کردو اللہ سے ڈرانے کے لیے۔

یہ آیت تلاوت کے اعتبار سے تو منسوخ ہے مگر حکم کے لحاظ سے ابھی بھی باقی ہے۔

2۔ منسوخ الحکم:۔ نسخ حکم یا منسوخ الحکم سے مراد آیت تو قرآن میں موجود ہو اسکی تلاوت کی جاتی ہو مگر اس کا حکم باقی نہ رہے۔

مثلا **متاعا الی الحول غیر اخراج**○ سے عدت وفات ایک سال معلوم ہوتی ہے۔

اعتراض:۔ جب ان آیات کا حکم موجود نہیں تو ان آیات کو پھر قرآن میں کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب:۔آیات قرآنیہ صرف احکام کے لیے نہیں اتریں بعض آیات پچھلی امتوں کے سبق آموز واقعات پر مشتمل ہیں بعض آیات میں مثالیں ہیں اور بعض آیات متشابہات ہیں لہذا یہ آیات احکامات کی آیات نہیں ہیں بلکہ ان سے مقصود تلاوت و عبرت و سبق حاصل کرنا ہے۔

3۔ **منسوخ التلاوۃ والحکم:۔** نسخ تلاوت و حکم سے مراد وہ آیات جن کا نہ حکم باقی رہا اور نہ ہی اب ان کی تلاوت ہوتی ہے۔ جیسے کہ ایک آیت تھی **عشر رضعات معلومات** جس سے معلوم تھا کہ عورت کے دودھ دس گھونٹ پینے سے رضاعت ثابت ہوگی مگر اب نہ اس آیت کی تلاوت رہی اور نہ اس کا حکم بلکہ اب حکم شرع یہ ہے کہ ایک گھونٹ سے بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے۔اب جن احکامات میں تبدیلی واقع ہوئی ہے یا واقع ہو رہی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ ان احکامات کی مدت ختم ہوگئی ہے بلکہ جو سبب اور علت اس

وقت پائی گئی وہ سبب و علت اب موجود نہیں چونکہ وہ احکامات اجتہادی تھے اس لیے زمانہ کے بدلنے سے احکامات بدل گئے۔

فتاوی رضویہ کی ج 1 میں اعلیحضرت نے احکامات کے بدلنے کے چھ اسباب ارشاد فرمائے ہیں کہ جن کی وجہ سے حکم بدل جاتا ہے۔

(1) ضرورت (2) دفع حرج {حاجت و عموم بلوی} (3) عرف (4) تعامل (5) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (6) کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ

یہ وہ چھ اسباب ہیں کہ ان سے حکم بدل جاتا ہے۔

اس حوالے سے سیدی اعلحضرت امام اہلسنت ایک مسئلے کو بہت عمدہ طریقے سے سمجھاتے ہیں کہ

اقوال (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ) دو طرح کے ہیں۔ صوری اور ضروری۔ **صوری** تو قول منقول ہے اور **ضروری** وہ قول ہے جس کی صراحت

قائل نے خاص طور پر نہ کی ہو البتہ ایسے عموم کے ضمن میں اسے بیان کردیا ہو جو بدیہی طور پراس بات کا حکم لگائے کہ اگر قائل اس خاص مسئلے میں کلام کرتے تو ضرور ایسا ہی فرماتے اور بسا اوقات حکم ضروری حکم صوری کے مخالف ہوتا ہے،تو اس وقت اس پر حکم ضروری کی طرف عدول قائل کی مواقفت اور اتباع۔

جیسے زید ایک نیک انسان تھا اس لیے عمرو نے اپنے خادموں کو کھلے لفظوں میں اسکی تعظیم کا حکم دیا اور بار بار انھیں اس کی ہدایت کی اور وہ پہلے ان سے یہ بھی کہ چکا تھا کہ تم لوگ ہمیشہ فاسق کی تعظیم سے بچتے رہنا پھر ایک زمانے کے بعد زید فاسق معلن ہوگیا تو اگر اب بھی عمرو کے خادم اسکے حکم اور اسکی باربار ہدایت پر عمل پیرا رہ کر زید کی تعظیم و توقیر کریں تو وہ ضرور نافرمان قرار پائیں گے اور اگر اسکی تعظیم چھوڑ دیں تو اطاعت شعار ہوں گے۔

ائمہ مذاہب کے اقوال میں بھی مذکورہ بالااسباب تغیر میں سے کسی سبب کے باعث یہ تبدیلی ہوجاتی ہے لہذا جب کسی مسئلے میں امام سے کوئی نص ہو

پھر ان اسباب تغییر میں سے کوئی سبب پیدا ہوجائے تو ہم یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھیں گے کہ اگر یہ سبب امام کے زمانے میں رونما ہوتا تو ضرور ان کا قول اس کے تقاضے کے موافق ہوتا،اس کے خلاف اور اس کے رد میں نہ ہوتا۔تو ایسے وقت میں ان سے غیر منقول پر عمل فی الواقع انھیں کے قول پر عمل ہے اور ان کے قول منقول پر جمے رہنا درحقیقت ان کی مخالفت ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 1 ص 389 رسالہ اجلی الاعلام)

اس عبارت سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ وہ احکام جن میں تغیر و تبدل آچکا ہے ان پر عمل کرنا دراصل صاحب مذہب کے ہی قول و مذہب پر عمل کرنا ہے۔کیوں کہ اگر امام مذہب اس وقت موجود ہوتے تو وہ بھی سبب و علت کے بدلنے کی وجہ سی حکم تبدیل فرماتے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حالات بدلنے سے صرف اجتہادی اور فروعی احکام بدلتے ہیں جو احکامات اجماعی ہیں وہ کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔

اعلیحضرت رضی اللہ عنہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

فقہ میں اجماع اقوی الادلہ ہے اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں اگرچہ وہ اپنی رائے میں کتاب و سنت سے اس کا خلاف پاتا ہو کہ یقینا سمجھا جائے گا یہ فہم کی خطا ہے یا حکم منسوخ ہوچکا ہے اگرچہ مجتہد کو اس کے ناسخ کا علم نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ جلد 11 ص 56۔57 مسائل کلامیہ)

سوال:۔ائمہ میں اختلاف کیوں ہے؟ایک امام ایک چیز کو حلال کہتا ہے تو دوسرا امام ایسی چیز کو حرام کہتا ہے آخر یہ اختلاف کیوں ہے؟

جواب:۔اعلیحضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تفقہ **فی الدین** میں اختلاف مراتب باعث اختلاف ہوا اور ادھر مصلحت الہیہ احادیث مختلف آئیں۔کسی صحابی نے کوئی حدیث سنی اور کسی نے کوئی

اور۔وہ بلاد میں متفرق ہوئے (شہروں میں پھیل گئے) اور ہر ایک نے اپنا علم شائع فرمایا یہ دوسرا باعث اختلاف ہوا۔

عبداللہ بن عمر کا علم امام مالک کو آیا اور عبداللہ بن عباس کا امام شافعی کو اور افضل العبادلہ عبداللہ بن مسعود کا علم ہمارے امام اعظم کو رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین۔

"حلال کو حرام" یا"حرام کو حلال" قرار دینا جو کفر کہا گیا ہے وہ ان چیزوں میں ہے جن کا حرام یا حلال ہونا ضروریات دین سے ہے یا کم از کم نصوص قطعیہ سے ثابت ہو۔

(فتاوی رضویہ ج 11 ص 44 مسائل کلامیہ)

یہی وجہ ہے کہ اگر آج کے اس دور میں کوئی مسئلہ شرعی اصولوں کے اور حالات حاضرہ کے مطابق آسانی امت کے لیے تبدیل کرکے بیان کیا جائے تو

کچھ لوگ اس شک میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ حکم تو قرآن و حدیث اور تعلیمات اکابرین کے خلاف ہے لہذا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

اسلام میں احکامات کی دو اقسام ہیں۔

1۔وہ احکامات جو وقت یا دور بدلنے سے نہیں بدلتے بلکہ وہ ہمیشہ ایک جیسے رہتے ہیں جیسے نماز کے اوقات نماز کی رکعتوں کی تعداد زکوۃ کا نصاب حج کے ایام و اراکین وغیرہ۔

2۔اور کچھ احکامات اس طرح کے ہیں کے وہ دور یا حالات بدلنے سے بدل جاتے ہیں کیونکہ ان مسائل کی بنیاد خاص کسی سبب و علت کی بنا پر تھی لیکن جب وہ سبب اور علت واقع نہ ہوئی تو حکم بدل گیا۔ مثلا کسی کو بھوک اور پیاس لگی اور حالت اضطرار پیدا ہوگئی کہ جان جانے کا اندیشہ پیدا ہوگیا تو بحکم قرآن اب اس کے لیے بقدر ضرورت مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے اور خون یا شراب پینے کی اجازت ہوگی۔اس مسئلے میں بنیاد اضطرار ہے لہذا اس سبب و علت نے مردار و حرام ہمارے لیے بقدر ضرورت مباح کر دیا۔ لیکن

جب حالت اضطرار نہ ہوتو مردار و حرام ہمارے لیے کبھی بھی حلال نہیں ہو سکتا۔اسی طرح ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح صرف تین دن جماعت سے پڑھائی پھر کبھی جماعت سے نہیں پڑھائی بلکہ تنہاء نماز تراویح پڑھی۔صرف اس خوف سے کہ کہیں یہ میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔لیکن امت کے برابر جماعت قائم کرنے سے جماعت تراویح کے فرض ہونے کا اندیشہ قطعی طور پر ختم ہوگیا ہے اسی لیے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ اس کی جماعت کا اہتمام فرمایا جس پر آج بھی امت عمل کر رہی ہے۔اس مسئلے میں وجہ فرض ہونے کا خوف تھا اور اس وجہ سے حکم بدل گیا۔

جیسے کے پہلے ذکر ہوا کہ شرعی احکامات بدلنے کی چھ وجوہات ہیں جن سے حکم بدل جاتا ہے۔

مجدد اسلام اعلی حضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ نے وہ چھ اسباب کچھ یوں ارشاد فرمائے۔

1۔ضرورت 2۔دفع حرج 3۔عرف 4۔تعامل 5۔دینی ضروری مصلحت کی تحصیل 6۔کسی فساد موجود یا مظنون غالب کا ازالہ۔

یہ چھ باتیں ایسی ہیں جن کے سبب قول امام بدل جاتا ہے۔لہذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ان سب میں بھی حقیقۃ قول امام پر ہی عمل ہے۔

(فوائد رضویہ بر حاشیہ فتاوی رضویہ ج 1 ص 385 رسالہ اجلی الاعلام)

لہذا اگر کوئی حالات حاضرہ کے مطابق ان چھ اسباب پر عمل کرتا ہے تو وہ در حقیقت قول امام پر ہی عمل کرتا ہے۔

ذیل میں انشاء اللہ حدیث و فقہ سے وہ امثال بیان ہوں گی جن سے آپ اس مسئلہ کو آسانی سے سمجھ سکے گے کہ دور بدلے سے حکم بدل جاتا ہے۔

مثال نمبر 1:۔

پہلے نماز ترک کرنے والا کافر تھا لیکن اب نہیں:۔

نبی پاک و صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم و رضوان اللہ اجمعین میں جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والا کافر شمار کیا جاتا تھا کیونکہ اس وقت تمام مسلمان نماز پڑھتے تھے اور صرف کافر کے کوئی بھی مسلمان جان بوجھ کر نماز ترک نہیں کرتا تھا مگر بعد میں دور بدلنے سے یہ حکم بدل گیا کیونکہ لوگوں میں نماز کا وہ ذوق و شوق نہ رہا مسلمان قصدا بھی نماز ترک کرنے لگ پڑے لہذا حکم کفر بدل گیا اب تارک نماز کو کافر نہیں شمار کیا جاتا۔

فتاوی رضویہ میں اعلی حضرت قدس سرہ نے کئی ایک مقامات پر اس بات کی صراحت فرمائی ہے۔

اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ صدہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام علیہم الرضوان کا بھی یہی مذہب ہے کہ قصدا تارک صلوۃ کافر ہے اور یہی متعدد حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد"و **اقیموا الصلوۃ ولا تکونو من المشرکین**○ نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاو۔

زمانہ سلف صالح خصوصا صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اس زمانہ میں ترک نماز علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے جیسے زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے۔ جب وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیت نماز سے نہ منکر ہو یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اسکے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم تحقیق و نا منصور ہے مگر وہ اسکے سبب نہ معاذاللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے اور معترضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتوے لگاو محض جہالت اور شان امام میں گستاخی ہے۔

(فتاوی رضویہ کتاب الصلوۃ ج 2 ص 201-202)

اس عبارت سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے کہ

سب سے پہلے کہ دور بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔کیونکہ عہد رسالت میں نماز ترک کرنے والے کے لیے حکم کفر تھا لیکن اب یہ حکم نہیں ہے۔دوسرا ہر زمانے کا حکم اس وقت کے حالات کے مطابق ہوتا ہے اگر حالات بدل گئے تو حکم بدل جائے گا اس اصول پر اچھے زمانے اور برے زمانے کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔تیسرا سب سے اہم مسئلہ کہ اگر کسی حنفی عالم نے امام اعظم کے مذہب کے خلاف ظنی طور پر تارک نماز کو کافر اعتقاد کیا تو وہ حنفیت سے خارج نہیں ہوگا۔

مثال نمبر2:۔

دور صحابہ میں جماعت ترک کرنے والا منافق تھا اب نہیں:۔

زمانہ رسالت سے لے کر صحابہ کا معمول رہا کہ وہ نماز جماعت سے پڑھتے تھے لیکن منافقین جماعت سے نماز نہیں پڑھتے تھے۔احادیث مبارکہ میں اس چیز کا ثبوت موجود ہے لیکن بعد میں لوگ اس معاملے سے غفلت برتنے گے اور جماعت سے غیر حاضری واقع ہونے لگی۔کچھ لوگ کسی صحیح عذر کی وجہ سے بھی جماعت سے نماز نہیں پڑھتے یا بعض لوگ بغیر عذر کے یوں ہی نماز جماعت سے نہیں پڑھتے تو ان انہیں منافق نہیں کہا جا سکتا۔

اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں۔

(فتاوی رضویہ ج 3 ص 380)

ایک اور جگہ سیدی اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔تارک جماعت کہ بے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصدا جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح متعمد

پر اگر ایک بار بھی بالقصد کرگیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا والعیاذ باللہ تعالی اور اگر عادی ہوکہ بارہا حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہوتو بلاشبہہ فاسق و فاجر مردود الشہادۃ۔

(فتاوی رضویہ ج 3 ص 346)

یہ حکم عہد صحابہ کا ہے جو حالات کے بدلنے سے یقینا بدل چکا ہے۔

مثال نمبر 3:۔

عورتوں کی مسجد میں حاضری کے احکام:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں عورتوں کو نہ صرف مسجد میں آنے کی اجازت تھی بلکہ آقا علیہ السلام نے حکم دیا کہ عورتیں مسجد میں حاضر ہوں۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ

ایک صحابیہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ عیدین کے روز عورتیں اور پردہ نشین لڑکیاں بھی نکلیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں حاضر ہوں۔البتہ حائضہ عورتیں مصلے سے الگ رہیں۔ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہیں ہوتی؟تو آپ نے فرمایا ساتھ والی اسے بھی اپنی چادر دے دے۔

(فتاوی رضویہ ج 4 ص 169 بحوالہ صحیح بخاری و مسلم)

یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ وجوب کا لیکن جب خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب زمانہ کہ رنگ ڈھنگ کو ملاحظہ فرمایا تو انہوں نے عورتوں کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے منع فرمادیا پھر جب عورتیں یہ شکایت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں تو اماں عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر نبی کریم ان حالات کو ملاحظہ فرماتے تو وہ بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔

(فتاوی رضویہ ج 4 ص 180 بحوالہ عنایہ شرح ہدایہ)

یہ حکم میں پہلی تبدیلی تھی جو عہد فاروقی میں رونما ہوئی اس کے بعد تابعین کے دور میں امام اعظم اور دیگر ائمہ کرام نے بوڑھی عورتوں کو عشاء اور فجر کی نماز میں حاضری کہ اجازت دے دی کیونکہ اس وقت فساق و فجار کھانے اور سونے میں مشغول رہتے تھے اور ویلے بھی بوڑھی عورتیں محل فتنہ نہیں تھیں۔ جیسا کہ ہدایہ جلد 1 ص 105 مجلس البرکات میں موجود ہے۔

یہ تبدیلی حکم کی دوسری قسم تھی لیکن یہ بھی شارع علیہ السلام سے اختلاف نہیں ہے بلکہ زمانہ کے بدلنے سے حکم کا بدل جانا تھا۔

اس کے بعد وقت نے ایک دفعہ پھر علماء کو اس مسئلے کی جانب متوجہ کیا تو اب اکابرین نے حالات کے دیکھنے کے بعد اس حکم میں تبدیلی کی اور عہد فاروقی کی یاد کو پھر سے تازہ کیا اور مصالح شریعت پر نظر رکھتے ہوئے یہ فتوی جاری فرمایا کہ اب عورتیں مسجد میں نہیں آسکتی اور اب اس دور میں منشائے دین بھی یہی تھا کہ اس طرح کا حکم جاری کیا جائے تاکہ خواتین کہ عزت و

عصمت کو محفوظ کیا جا سکے۔یہ ہے زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے مسئلہ میں تغیر و تبدل کیونکہ جب وقت و حالات بدلے تو حکم بھی بدل گیا۔

مثال نمبر 4:۔

پہلے چہرے کا پردہ واجب نہیں تھا مگر اب واجب ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں عورتوں پر چہرے کا پردہ واجب نہیں تھا کیونکہ وہ زمانہ تقوی و پرہیز گاری کا زمانہ تھا لوگوں میں خوف خدا تھا لوگ گناہوں سے بچتے تھے مگر جب حالات بدلے تو ساتھ ہی حکم بھی بدل گیا اور علماء اب چہرہ چھپانے کو لازم و ضروری قرار دیتے ہیں۔

اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ہماری شریعت مطہرہ اعلی درجہ حکمت و متانت و مراعات دقائق مصلحت میں ہے اور جو حکم عرف و مصالح پر مبنی ہوتا ہے انھیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے اور اعصار میں ان کے تبدیل سے متبدل ہوجاتا ہے اور وہ سب احکام

احکام شرع ہی قرار پاتے ہیں مثلا زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر و نایابی فتنہ و شدت تقوی و خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب پھر رفتہ رفتہ حاملان شریعت و حکمائے امت نے حکم حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کردیا۔

نہایہ میں ہے۔

سدل الشیئ علی وجھھا واجب

ترجمہ:۔ عورت کو اپنے چہرے پر نقاب وغیرہ کوئی چیز ڈالنا واجب ہے۔

شرح لباب میں ہے۔

دلت المسئلة علی ان المراة منھیة علی اظھار وجھھا للاجانب بلا ضرورة۔

ترجمہ:۔یہ مسئلہ اس بات پر دلیل ہے کہ عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے بلاضرورت اپنا چہرہ کھولنا ممنوع ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 8 ص 444-445 رسالہ انفس الفکر)

مثال نمبر5:-

صرف نحو کا سیکھنا پہلے واجب نہ تھا اب واجب ہے

عربی گرائمر یعنی صرف و نحو کا علم سیکھنا سکھانا عہد رسالت و عہد صحابہ میں واجب نہ تھا لیکن اب چونکہ قرآن و حدیث کو سمجھنا آسان نہیں ہے جب تک صرف و نحو کا علم نہ آتا ہو لہذا اب یہ علم سیکھنا واجب ہے۔

اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

واجبات اور اور محرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں۔ایک"**العینہ**"یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہے جیسے عبادت خدا کی فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔دوسرے "**لغیرہ**" یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنی اسکو مقتضی نہیں جیسے تعلیم صرف و نحو کا وجوب کہ ہمارے رب تبارک و

تعالی کی کتاب اور ہمارے بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے اور اس کا فہم بے علم کے متعذر لہذا واجب کیا گیا۔

(فتاوی رضویہ ج 8 ص 444 رسالہ انفس الفکر)

جو چیز عہد رسالت میں واجب نہیں تھی حالات کے بدلنے سے وہ واجب ہوگئی۔

مثال نمبر 6:۔

زمانہ رسول میں جوتے پہن کر مسجد میں جانا جائز اور اب ناجائز:۔

آقا علیہ السلام کے زمانہ میں جوتے پہن کر نماز پڑھنا جائز تھا خود مدینے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین شریفین کے ساتھ نماز پڑھ لیتے صحابہ کرام سے بھی جوتے پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ ج 3 ص

450،445،440،439 سے ثابت ہے مگر اب لوگوں کا عرف اور حال بدل جانے کی وجہ سے اب جوتے پہن کر نماز پڑھنا ممنوع اور خلاف ادب ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ

اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا بھی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے شرکت جماعت۔

(فتاوی رضویہ ج 3 ص 444)

ایک اور مقام پر ہے کہ۔

مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلاف ادب ہے۔فتاوی سراجیہ و فتاوی عالمگیری میں ہے کہ۔

دخول المسجد متنعلا مکروہ۔

ترجمہ:۔ مسجد میں جوتے پہنے داخل ہونا مکروہ ہے۔

ردالمختار میں عمدۃ المفتی سے ہے کہ۔

دخول المسجد متنعلامن سوء الادب۔

ترجمہ:۔ مسجد میں جوتا پہنے جانا بے ادبی ہے۔

ادب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے۔عرب میں باپ سے انت کہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو۔زمانہ اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یوں ہی خطاب ہوتا تھا۔سیدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ و السلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے عرض کی" اے میرے باپ تو کر جس کا تجھے حکم دیا جاتا ہے۔"اب اگو کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تو تو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے۔

(فتاوی رضویہ ج 3 ص 450)

اس فتاوی سے پتہ چلا کہ عرف و تعامل وہ بنیاد ہیں جس کی بنا پر بعض اوقات موافق ادب چیز بھی حالات کے بدلنے سے خلاف ادب ہو جاتی ہے۔

مثال نمبر 7:-

زمانہ رسالت میں زمین بٹائی پر دینا حرام تھا اب حلال ہے:-

عہد رسالت میں بٹائی پر زمین دینا منع تھا مگر اب اس کی اجازت ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ۔

بٹائی پر زمین اٹھانے سے احادیث صحیحہ معتبرہ میں منع وارد یہاں تک کہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ میں ہے:-

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

من لم یذر المخابرۃ فلیوذن بحرب من اللہ و رسولہ۔

ترجمہ:۔جو بٹائی نہ چھوڑے وہ اللہ و رسول سے لڑائی کا اعلان کرے۔

رواہ ابوداود و الطحاوی و فی الباب عن رافع بن خدیج و ثابت بن الضحاک و زید بن ثابت و انس بن مالک و ابی ھریرہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین۔

اور قیاس بھی بوجوہ کثیرہ اسی کا مساعد و لہذا ہمارے امام رضی اللہ عنہ باتباع جماعت صحابہ و تابعین محرمین مانعین حرام و فاسد جانتے ہیں۔بایں ہمہ صاحبین نے بوجہ تعامل اجازت دی اور اسی پر فتوی قرار پایا۔

ہدایہ میں ہے۔

قال ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ:المزارعة بالثلث و الربع باطلة و قالا جائزہ لہ ماروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المخابرہ و ھی المزاعہ الا ان الفتوی علی قولھما لحاجتہ الناس الیھا و لظھور تعامل الامتہ بھا و القیاس یترک بالتعامل کما فی الاستنصناع۔

ترجمہ:۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تہائی اور چوتھائی پیداوار کے بدلے میں کھیت بٹائی پر دینا باطل ہے اور صاحبین امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالی نے فرمایا بٹائی جائز و صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیت بٹائی پر دینے سے منع فرمایا ہے۔مگر فتوی صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے قول پر ہے کیوں کہ لوگوں کو بٹائی کی حاجت ہے اور اس پر امت کا تعامل بھی ظاہر و عام ہے اور قیاس تعامل کی وجہ سے ترک کردیا جاتا ہے جیسا کہ استصناع میں قیاس کو تعامل عام کی وجہ سے ترک کر دیا گیا ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 8 ص 113،112)

جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بٹائی سے ممانعت فرمادی تو ظاہر ہے کہ خیر القرون بالخصوص عہد صحابہ میں اس پر عمل ہواہوگا اور یہی امام اعظم کا مذہب بھی ہے پھر بعد میں کسی وقت اس میں تبدیلی ہوئی جو یقینا حالات زمانہ کے بدلنے کا اثر ہے۔

مثال نمبر 8:۔ عہد رسالت میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا حرام،اب حلال:۔

عہد رسالت میں تعلیم قرآن پر اجرت لینا حرام تھا مگر بعد میں اس کی اجازت ضرروت کی بنا پر ہوگئی۔

فتاوی رضویہ میں ہے۔

قرآن کریم پر اجرت لینے سے نہی میں احادیث کثیرہ وارد،یہاں تک کہ حدیث اقدس میں ہے تعلیم قرآن پر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو ایک کمان بھیجی گئی انھوں نے خیال کیا کہ یہ کوئی مال نہیں اور جہاد میں کام دے گی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔

ان اردت ان یطوقک اللہ طوقا من النار فاقبلھا۔

ترجمہ:۔اگر تو چاہے کہ اللہ تیرے گلے میں آگ کا طوق ڈالے تو اسے لے لے۔

رواہ ابوداود ابن ماجہ و فی الباب عن عبدالرحمن بن شبل و ابی ھریرہ و عبدالرحمن بن عوف و ابی بن کعب و ابن بریدہ و ابی الدردا وغیرہم رضی اللہ تعالی عنھم

اور قیاس بھی اسی پر شاید **:لان القربة متی حصلت وقعت عن العامل و لهذا یعتبر اهلیته فلا یجوز اخذ الاجرة من غیره کالصوم و الصلاة کما فی الهدایة۔**

اور ہمارے علمائے کرام کا مذہب بھی تحریم اور صدر اول میں قطعا رواج معدوم۔ بایں ہمہ عرف حادث و ضرورت کے سبب جواز پر فتوی ہوا۔

بستان الفقہ امام ابی اللیث میں ہے۔

ترجمہ:۔اجرت پر قرآن حکیم کی تعلیم دینے کے بارے میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ہمارے فقہائے متقدمین فرماتے ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا ناجائز ہے اور علمائے متاخرین کی ایک جماعت اجازت دیتی ہے۔تو افضل یہ ہے کہ حفظ قرآن کے لیے اجرت کی شرط نہ لگائی جائے بلکہ ہجے اور لکھنا سکھانے کے لیے اجرت طے کی جائے اور اگر تعلیم قرآن کے لیے اجرت کی شرط رکھی تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہوگا اسلیے کہ

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے سلسلے میں مسلمانوں کا عمل پہلے سے جاری ہے اور اس کی حاجت بھی ہے۔

(فتاوی رضویہ کتاب الاجارہ ج 8 ص 212)

مثال نمبر 9:-

خطائے اعراب کے حکم میں تبدیلی:-

خطا فی الاعراب کے باب میں ہمارے ائمہ مذہب کا مسلک یہ ہے کہ اگر اعراب کی غلطی سے معنی میں فساد آجائے تو نماز بھی فاسد ہوجائے گی۔

جیسا کہ **ردالمختار باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا** میں ہے۔

ترجمہ:- متقدمین کا ضابطہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسا بدل جائے کہ اس کا اعتقاد کفر ہوتو خواہ لفظ قرآن پاک میں ہو یا نہ ہو نماز فاسد ہوجائے گی۔اور اگر تبدیلی ایسی تو نہ ہو مگر اس کا مثل لفظ بھی قرآن پاک میں نہ ہو

اور معنی دور از مقصود ہو نیز قبیح حد تک بدل جائے تو یہ غلطی بھی نماز کو فاسد کر دے گی۔اور اگر اس کا مثل قرآن حکیم میں موجود ہو اور معنی بھی قبیح حد تک نہ بدلے مگر معنی مقصود سے دور ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔یہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔

(ردالمختار ص 424 ج 1 باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا)

لیکن بعد کے فقہائے کرام نے جب اپنے زمانے کے حالات کو دیکھا تو یہ محسوس کیا کہ عوام اکثر وجوہ اعراب کے درمیان کوئی امتیاز کیے بغیر قراءت میں غلطی کر بیٹھتے ہیں تو انھوں نے اپنے ائمہ کرام کے مذہب کے برخلاف اس باب میں مطلقا صحت نماز کا فیصلہ سنادیا کہ فساد کا مسلک اختیار کرنے میں اکثر عوام اہل اسلام کی نمازوں کو برباد کرنا اور انھیں تارک فرض و مرتکب کبیرہ بنانا لازم آرہا تھا جو امت پر حرج و مشکل کا باعث تھا لہذا آسانی کی فراہمی و صیانت صلوۃ کے بلند مقصد کے پیش نظر انھوں نے اصل مذہب سے عدول کیا اور یہ فتوی جاری کر دیا کہ

اب خطا فی الاعراب سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

فتاوی رضویہ میں ہے۔

خطا فی الاعراب یعنی حرکت سکون تشدید تخفیف قصر مد کی غلطی میں علمائے متاخرین کا فتوی تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔

فی الدرالمختار :وزلۃ القاری لو فی اعراب لا تفسد وان غیر المعنی بہ مفتی۔

ردالمختار میں ہے۔

لا تفسد فی الکل و بہ یفتی بزازیہ و خلاصہ

قاری سے اعراب میں غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائے اسی پر فتوی ہے۔

ردالمختار میں ہے کہ اعرابی غلطی کی تمام صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

(فتاوی رضویہ باب القراءۃ ج 3 ص 93،94)

مسائل زلۃ القاری کے زیر عنوان شامی میں کئی ایک مسئلے ہیں جن میں عموم بلوی یا دفع حرج کی بنا پر مشائخ نے مسلک متقدمین کے برخلاف جواز کا فتوی دیا ہے۔

(ردالمختار کتاب الصلاۃ باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا ص 292،293 ج 2)

مثال نمبر 10:

تالاب کا اجارہ پہلے جائز اب ناجائز:۔

تالاب کا اجارہ اپنے اصل مذہب کے اعتبار سے منع ہے ناجائز ہے لیکن فقہاء نے بعد میں عموم بلوی کی وجہ سے جائز قرار دے دیا ہے۔

اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

عامہ کتب میں اس اجارے کو محض حرام و ناجائز و باطل فرمایا ہے اور یہی موافق اصول و قواعد مذہب ہے اور جامع المضمرات میں جواز پر فتوی دیا۔

فی الدرالمختار: جاز اجارة القناة و النهر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات انتھی۔

درمختار میں ہے کہ نالے اور دریا کا اجارہ پانی کے ساتھ جائز ہے اور عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے۔ مضمرات مرتب۔

اور احوط یہ ہے کہ تالاب کے کنارے کی چند گز زمین محدود ومعین کرائے پر دے اور پانی وغیرہ سے انتفاع مباح کر دے یوں اسے کرایہ اور اسے پانی مچھلی گھاس جائز طور پر مل جائیں گے۔یا زراعت کو کنارے کی زمین اور تالاب جس سے اس زمین کو پانی دیا جائے سب ملا کر کرائے پر دے کہ تالاب کا اجارہ بھی بالتبع ہوجائے۔

(فتاوی رضویہ کتاب الاجارہ ج 8 ص 157)

مثال نمبر 11: عورت کا رضامندی سے غیر کفو میں نکاح جائز پھر باطل و ناجائز:۔

آزاد عاقل بالغ عورت اپنی مرضی سے اگر غیر کفو میں نکاح کرے تو وہ جائز و منعقد ہے لیکن ولی اقرب کو حق اعتراض ہو گا کہ چاہے تو اس نکاح کو نافذ مانے یا فسخ کر دے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی موقف ہے۔

لیکن بعد کے فقہاء نے زمانہ کے فتنہ فساد کی وجہ سے امام حسن بن زیاد رضی اللہ عنہ کے قول پر فتوی دیا کہ اب یہ نکاح منعقد نہیں ہو گا امام احمد رضا قدس سرہ کا بھی یہی فتوی ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔

واما مسالہ الکفو ففی ظاہر الروایہ: النکاح من غیر کفو ینعقد لکن للولی الاعتراض ان شاء فسخ وان شاء اجاز و فی روایتہ الحسن عن ابی حنیفہ لا ینعقد و فیہ ایضا و علیہ فتوی قاضی خان۔

ترجمہ:۔ ظاہر الروایہ یہ ہے کہ عورت غیر کفو کے ساتھ نکاح کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن ولی کو(ننگ و عار کا ضرر دورکرنے کے لیے) اعتراض کا حق حاصل ہوگا کہ وہ چاہے تو فسخ کر دے اور چاہے تو نافذ کر دے اور امام

اعظم سے امام حسن بن زیاد کی روایت یہ ہے کہ نکاح منعقد نہ ہو۔اور اسی پر امام قاضی خان کا فتوی ہے۔

(شرح وقایہ ج 2 ص 24،25 باب الولی کتاب النکاح)

فتاوی رضویہ میں ہے کہ۔

اور روایت مفتی بہا مختار للفتوی یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیا جو اپنا نکاح غیر کفو سے کرے وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ ولی شرعی پیش از نکاح صراحتا اپنی رضامندی ظاہر کرے اور جانتا بھی ہو کہ یہ شخص کفو نہیں۔کما فی الدرالمختار(جیسا کہ در مختار میں ہے)۔

(فتاوی رضویہ کتاب النکاح باب الکفارۃ ج 5 ص 440)

یہاں فساد زمانہ کی وجہ سے فقہاء کے ایک گروہ نے اصل مذہب سے عدول کیا ہے اب اگر حالات بدل جائیں اور اس سے بڑا فساد اصل مذہب سے عدول میں آئے تو حکم ہو گا کہ اپنے اصل مذہب کی طرف لوٹ چلیں۔

مثال نمبر 12:

اسپرٹ آمیز پڑیا کی طہارت کا حکم اور باربار تبدیلی:-

اعلی حضرت نے فتاوی رضویہ میں فرمایا کہ "اسپرٹ بدترین شراب اور حرام اور پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔

(فتاوی رضویہ باب الانجاس رسالہ احلی من السکر لطلبہ سکروسر ج 2 ص 120)

ایک اور مقام پر اعلیحضرت نے فرمایا۔

قول منصور و مختار میں ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ مثل شراب حرام و ناروا ہے اور نہ صرف حرام بلکہ پیشاب کی طرح مطلقا نجاست غلیظہ ہے یہی مذہب متعمد اور اسی پر فتوی ہے۔تنویر الابصار میں ہے۔

حرم محمد مطلقا و بہ یفتی۔

(فتاوی رضویہ ج 11 ص 51)

امام محمد نے مطلقا حرام قرار دیا اور اسی پر فتوی ہے۔

اصل مذہب جو امام اعظم اور امام یوسف کا ہے وہ اس سے مختلف ہے مگر کچھ وجوہات کی بنا پر فقہاء احناف اور امام اہلسنت نے اس سے عدول فرما کر امام محمد کے قول پر فتوی دیا پھر حالات زمانہ جب بدلے تو امام اہلسنت نے امام محمد کے قول سے عدول کر کے شیخین کے قول پر فتوی دیا۔

امام اہلسنت سے سوال کیا گیا کہ۔

مصری ایک سرخ رنگ کے کاغذ میں جسکی نسبت قوی گمان ہے کہ پڑیا کے رنگ میں رنگا گیا ہو بندھی تھی اسکی سرخی فی الجملہ مصری میں آگئی تو وہ مصری کھائی جائے یا نہیں اور نہ کھائیں تو پھینک دیں یا کیا کریں؟

نوٹ:۔یہ سوال اس لیے ہوا تھا کہ لوگ پڑیا میں اسپرٹ کا گمان رکھتے تھے۔

اعلیحضرت نے فرمایا۔

پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہنڈیوں کواس رنگت میں ابتلائے عام اور عموم بلوی نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف **حتی فی موضع النص القطعی کما فی ترشش البول قدر رووس الابر کما حققہ المحقق علی االاطلاق فی فتح القدیر۔**

ترجمہ:۔یہاں تک کہ جن چیزوں کی نجاست و حرمت نص قطعی سے ثابت ہے ان میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے جیسے کہ سوئی کی نوک کی مقدار پیشاب کے چھینٹے میں۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اسکی تحقیق فرمائی۔

نہ کہ محل اختلاف میں جو زمانہ صحابہ سے عہد مجتہدین تک برابر اختلافی چلا آیا۔

نہ کہ جہاں صاحب مذہب حضرت امام اعظم و امام یوسف کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اسی کو امام طحاوی وغیرہ ائمہ ترجیح و تصحیح نے مختار و مرجح رکھا ہے۔

نہ کہ ایسی حالت میں جہاں اس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہل فتوی اصل مذہب سے عدول اور روایت اخری امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی۔

نہ کہ جب مصلحت الٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتا کی موجب ہو۔

تو ایسی جگہ بلاوجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مذہب رضی اللہ عنہ کو ترک کرکے مسلمانوں کو ضیق و حرج میں ڈالنا اور عامہ مومنین و مومنات جمیع دیار و اقطار ہندیہ کی نمازیں معاذاللہ باطل اور انھیں آثم و مصر علی الکبیرہ قرار دینا روش فقہی سے یکسر دور پڑتا ہے۔

(فتاوی رضویہ باب الانجاس ج 2 ص 49)

اس فتوی میں اعلی حضرت نے واضح کر دیا کہ مصلحت کی بنا پر اصل مذہب سے عدول کرکے امام محمد کے قول پر فقہاء نے فتوی دیا تھا مگر جب وہ

مصلحت بدلی تو اب واپس اپنے اصل مذہب پر فتوی لوٹ آیا کیونکہ اب اصل مذہب سے عدول کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

مثال نمبر 13:

دیہات میں جمعہ کی اجازت اور اصل مذہب سے عدول:

امام اہلسنت نے اپنے متعدد فتاوی جات میں فرمایا کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔امام اعظم کا یہی مذہب ہے مگر ایک فتوی میں آپ نے بعض دینی مصالح کی بنا پر اس سے عدول کیا اور امام ابو یوسف کی روایت نادرہ پر عمل کی اجازت دی ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

فی الواقع دیہات میں جمعہ و عیدین باتفاق ائمہ حنیفہ رضی اللہ عنہم ممنوع و ناجائز ہے کہ جو نماز شرعا صحیح نہیں اس سے اشتغال روا نہیں۔

جیسا کہ الدرالمختار میں ہے۔

صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح۔

جمعہ میں اسکے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ ہے **کما بیناہ فی فتاوانا**

ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے آئی ہے کہ جس سے آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہوسکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو سما نہ سکیں یہاں تک کہ انھیں جمعہ کے لیے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لیے شہر سمجھی جائے گی۔امام اکمل الدین بابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔

جس گاوں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نوادر کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک

جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہوسکتا بلکہ گناہ ہے۔

(فتاوی رضویہ باب الجمعہ ج 3 ص 802-801)

اس فتوی کے بعد بھی اعلی حضرت نے عدم جواز کا ہی حکم جاری کیا اور جواز کا فتوی شاید کسی خاص مصلحت کی بنیاد پر تھا جب وہ مصلحت آئے گی حکم جواز کا ہو گا اور جب ایسا نہیں ہو گا حکم عدم جواز کا ہو جائے گا۔

مثال نمبر 14:

مسجد کے اسباب کے حکم میں تبدیلی:۔

اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ

کسی مسجد کے آلات و اسباب گو کہ اسکی ضروریات سے فاضل ہوں انھیں دوسری مسجد میں تملیک بلکہ عاریت کے طور پر بھی دینا جائز نہیں۔

لا یجوز نقلہ ولا نقل مالہ الی مسجد اخر۔

ترجمہ:۔ مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔

(فتاوی رضویہ کتاب الوقف ج 6 ص 428)

اسی طرح فتاوی رضویہ میں ایک اور مقام پر بحوالہ عالمگیری ہے کہ

یجوز للقیم شری المصلیات للصلاۃ علیھا ولا یجوز اعارتھا لمسجد اخر۔

ترجمہ:۔ مسجد کے منتظم کو فرش مثلا چٹائی دری وغیرہ نماز پڑھنے کے لیے خریدنا جائز ہے اور دوسری مسجد میں منتقل نہیں کر سکتے۔

(فتاوی رضویہ کتاب الوقف ج 6 ص 455)

سوال:۔اگر مسجد ویران ہوچکی ہوتو اب بھی کیا سامان منتقل نہیں کرسکتے؟

جواب:۔اصل مذہب تو یہی ہے کہ اس کے اسباب کو دوسری مسجد میں منتقل نہیں کر سکتے۔مگر بعد کے فقہائے کرام نے جب اپنے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا مشاہدہ فرمایا کہ لوگ امانت و دیانت میں کوئی فرق نہیں

کرتے وہ بے باک ہو چکے ہیں تو انھوں نے اصل مذہب کے برخلاف ایسی مسجدوں کے اسباب کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔

جو مسجد ویران ہو چکی ہو اسکی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہوسکے تو اب فتوی اس پر ہے کہ اس کے کڑی تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دیے جاسکتے ہیں۔

(فوائد رضویہ حاشیہ فتاوی رضویہ ج 1 ص 393 رسالہ اجلی الاعلام)

مثال نمبر 15:

عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح کے حکم میں تبدیلی:

اصل مذہب کے مطابق اگر زوجین میں سے کوئی ایک بھی مرتد ہو جائے تو نکاح فورا فسخ ہوئے گا۔

لیکن اب فتوی اس پر ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جاتی ہے تو وہ نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔

مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اب فتوی اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہوکر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی۔وہ بدستور اپنے مسلمان شوہر کے نکاح میں ہے۔

(فوائد رضویہ حاشیہ فتاوی رضویہ ج 1 ص 393 رسالہ اجلی الاعلام)

اسی وجہ سے میں نے بارہا فتوی دیا کہ مسلمان کی بیوی کا نکاح اسکے مرتد ہونے سے فسخ نہ ہوگا کیوں کہ میں نے عورتوں کو عصمت نکاح سے نکلنے میں جلدباز و جری دیکھا۔میں نے اسے اپنے فتاوی کی کتاب (کتاب السیر) میں بیان کیا اور اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج 1 ص 393-394 رسالہ اجلی الاعلام)

مثال نمبر 16:

نفل اور سنت پہلے گھر میں پڑھنا افضل تھا مگر اب مسجد میں:

نفل اور سنت نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھو کہ مرد کی بہتر نماز اسکے گھر میں ہے سوائے فرض کے۔

(مسلم شریف ج 1 ص 266 باب استحباب صلاۃ النافلہ فی بیتہ)

ابوداود کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اپنے گھر میں مرد کی نماز میری اس مسجد میں اسکی نماز سے افضل ہے سوائے فرض نماز کے۔

(سنن ابی داود ج 1 ص 134 باب صلوۃ الرجل التطوع فی بیتہ)

مگر اب افضل یہ ہے کہ مرد سنن بھی مسجد میں پڑھیں۔اعلی حضرت فرماتے ہیں۔

سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل تھا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ ۔۔۔۔مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہے ہوتا ہے جو مساجد میں۔اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے۔ائمہ دین فرماتے ہیں۔

عادت کے خلاف کرنا شہرت پسندی و مکروہ ہے۔

مثال نمبر 17

گیہوں کی خرید و فروخت میں وزن کا اعتبار:۔

سیدی اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ

چار چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیلی فرمایا۔

گیہوں، جو، چھوہارے، نمک۔ یہ چاروں ہمیشہ کیلی رہیں گی اگرچہ لوگ انھیں وزن سے بیچنے لگیں تو اب گیہوں کے بدلے گیہوں برابر تول کر بیچے تو حرام ہوگا بلکہ ناپ میں برابر کرنا چاہئے۔ اور دو کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وزنی فرمایا ہے۔ سونا اور چاندی۔ یہ ہمیشہ وزنی رہیں گے۔ ان چیزوں کے سوابنائے کار عرف و عادت پر ہے جو چیزیں عرف میں تل کے بکتی ہیں وہ وزنی اور جو گزوں یا گنتی سے بکتی ہیں وہ اندازہ سے خارج۔

(فتاوی رضویہ ج 8 ص 80)

مگر اس کے برخلاف آپ نے اپنے فتوے میں امام ابو یوسف کے قول پر عمل کرتے ہوئے گیہوں میں وزن کا اعتبار کیا ہے۔

چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکر نے ماہ کاتک میں بغرض تخم ریزی ایک من گیہوں لیا اور فصل کٹنے پر ماہ چیت میں ایک من کا ایک من گیہوں واپس دیا یعنی کچھ کمی بیشی نہیں ہوئی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جائز ہے۔یہ حکم امام ابویوسف کے اس قول پر عمل کر کے دیا ہے کہ ناپ اور وزن میں مطلقا عرف کا اعتبار ہے اور اس پر یقینا لوگوں کا عرف و تعامل ہے اور ان کے درمیان گیہوں کا قرض لین دین وزنا شائع ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 8 ص 73۔74)

مثال نمبر 18 تا 25:

خرید و فروخت کے بہت سے معاملات پہلے ناجائز تھے اب جائز ہو گئے:۔

کتب فقہ میں ایسی کثیر چیزوں کی خرید و فروخت کا ثبوت ملتا ہے جو کسی زمانے میں شرط فاسد کی وجہ سے فاسد قرار دی جاتی تھیں بعد میں ان شرطوں کے متعارف ہوجانے کی وجہ سے وہ تمام خرید و فروخت جائز ہوگئیں۔

مثلا جیسے گھڑیوں، بوقی پنکھوں، بیٹری، انورٹر، فریج، واشنگ مشین، کولر، سوٹ کیس اور دوسری مختلف قسم کی مشینوں میں گارنٹی یا وارنٹی کی شرط جو اصل مذہب کے لحاظ سے ناجائز اور اب تعارف و تعامل کی وجہ سے جائز ہے۔اور اسکی بنیاد فقہ کا یہ ضابطہ کلیہ ہے۔

جو شرط بیع کے تقاضے کے خلاف ہو اور اس میں عاقدین میں سے کسی کا نفع ہو وہ عقد فاسد کر دے گی مگر یہ کہ وہ شرط متعارف ہو تو عقد جائز رہے گا اسلیے کہ عرف قیاس پر حجت ہے اسکی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(ھدایہ ج 3 ص 43 باب البیع الفاسد)

اس میں فقہاء نے ایک جزیہ یہ بھی بیان فرمایا جس کو صاحب بہارشریعت نے نقل فرمایا ہے کہ

یا وہ شرط ایسی ہے جس پر مسلمانوں کا عام طور پر عمل درآمد ہے جیسے آج کل گھڑیوں میں گارنٹی سال دوسال کی ہوا کرتی ہے اس مدت میں خراب ہوگئی تو درستی کا ذمہ دار بائع ہے ایسی شرط بھی جائز ہے۔

فتاوی رضویہ ج 8 ص 204 سے 208 تک میں اعلی حضرت نے ایسی بہت سی بیعوں کا ذکر فقہی عبارتوں کے ساتھ کیا ہے جو اصالتہ ناجائز و فاسد اور بوجہ عرف و تعامل جائز ہیں۔ مثلا

جوتے کی بیع اس شرط پر کہ دوسری اس کے ساتھ کی بنادے اس میں تسمہ لگا دے۔ کھال کی بیع بشرط اسکا جوتا سی دے۔ کھڑاوں کی بیع میں پٹھے لگا دینے کی شرط۔ بنی ہوئی اون کی بیع بایں شرط کہ اس کی ٹوپی کر دے ،ٹوپی اس شرط سے بیچے کہ استر اپنے پاس سے لگائے، پھٹے پرانے موزے یا کپڑے کی بیع میں پیوند کی شرط، کھال اس شرط پر بیچے کہ اسکا موزہ بنا دے وغیرہ وغیرہ

اصل اس طرح کی بیع شرط فاسد کی بنا پر فاسد تھیں مگر اب عرف و تعامل کی بنا پر جواز کا حکم رکھتی ہیں۔

مثال نمبر 25تا 40:

متعدد ناجائز اوقاف و بیوع و قرض کی اجازت:

ایسے بھی کثیر مسائل ہیں جو اصل مذہب میں ناجائز تھے بعد میں عرف حادث کی وجہ سے جائز قرار پائے۔

جیسے اشیائے منقولہ کا وقف اصل مذہب میں ناجائز ہے۔لیکن جب بہت سی اشیائے منقولہ کے وقف کا مسلمانوں میں تعامل ہوگیا تو فقہائے کرام نے ایسے اوقاف جائز قرار دیے۔اعلی حضرت نے فتاوی رضویہ ج 8 کے صفحات بالا مذکورہ بالا میں ایسے بائیس امور کا تذکرہ فقہی جزئیات کے ساتھ کیا ہے وہ امور یہ ہیں۔

جنازہ کے لیے چارپائی، چادروں اور غسل میت کے لیے گھڑوں، لوٹوں کا وقف، اہل حاجت کے لیے کلہاڑی، بسولے، پھاڑوں کا وقف، مسافروں کے لیے طشت، ہانڈی، بڑی دیگ کا وقف، مساجد کے لیے قندیل کی رسی، زنجیر کا وقف، قرآن مجید و کتب و غلہ و گاوودراہم کا وقف، آٹے سے آٹا تول کر بیچنا، نہ ناپ سے، تول پر آٹا قرض لینا، روٹیوں کی بیع سلم گنتی سے، روٹیوں کا گن کر قرض لینا، اموال ستہ ربویہ (گیہوں، جو، کھجور، نمک، سونا، چاندی) میں کیل و وزن کا عرف بدلنے پر امام ابو یوسف کا اعتبار عرف فرمانا۔ یہ سب برخلاف اصل و قیاس ہیں جنھیں ائمہ و علمائے اعلام نے تعامل و عرف پر مبنی فرمایا۔

یہ وہ چالیس مسائل ہیں جو فتاوی رضویہ کی روشنی میں آپ کی خدمت میں عرض کیے ان تمام مسائل سے ہمیں ایک چیز کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وقت کے بدلنے سے ظنی و فروعی یا اجتہادی مسائل میں تغیر و تبدل متوقع ہے اور اکابرین اپنے اپنے دور میں حالات کے پیش نظر حکم میں تبدیلی بھی فرماتے رہے ہیں۔ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حالات کے پیش نظر اگر ایک

عالم دین ظنی و فروعی مسئلہ میں اگر کسی اکابر سے اختلاف کرتا ہے تو وہ گستاخ ہے یا ہمیں یہ ہرگز جائز نہیں کہ ہم اس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے۔علماء کا کام ہی عوام کو آسانی دینا ہے دین کسی کی جاگیر نہیں کہ ہم اپنی مرضی سے جب چاہیں جیسے چاہیں اس کو بدل دیں ہر چیز کے اصول و ضوابط قائم ہیں۔اس کتاب میں اسی چیز کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اللہ سے دعا ہیں اللہ میری اس سعی کو قبول فرمائے اور اس کو میری اور میرے والدین اور مجھ سے منسلک تمام لوگوں کی مغفرت کا ذریعہ فرمائے۔**آمین اللھم آمین۔**

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆